ہر شعبۂ زندگی اور ہر علم کے میدان میں حقیقی راہنما قرآن کریم ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵؍اپریل ۱۹۸۰ء بمقام مسجد احمدیہ اسلام آباد)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات تلاوت فرمائیں:-

طٰهٰ۔ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى۔ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى۔ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى۔ (طٰہٰ: ۲ تا ۶، ۹)

اور پھر حضور انور نے فرمایا:-

۲۵؍ مارچ کو مجھے گردے میں انفیکشن کی تکلیف ہوگئی تھی۔ اس کا علاج ایلو پیتھک اینٹی بائیوٹک سے کرتی ہے، وہ کیا گیا جس کے بعد کچھ الجھن پیدا ہوگئی۔ اس دوائی نے انفیکشن کو تھوڑا بہت آرام پہنچایا لیکن گردے کو نقصان پہنچا دیا اور گردوں نے کام کرنا کم کر دیا پورا چھوڑا تو نہیں۔ پھر وہ اینٹی بائیوٹک دوائی چھوڑنی پڑی اور پیشاب آور دوائیں اور اس قسم کی دوسری دوائیں میں نے استعمال کیں ایلو پیتھک کی بھی اور چونکہ دو دن بہت زیادہ تکلیف گردے کے کام نہ کرنے کی پیدا ہوگئی تھی اس لئے طبِّ یونانی کی پیشاب آور دوائی لی اور ہومیو پیتھک کی بھی دوائی کھائی۔ اب خدا کے فضل سے گردوں نے وہ کام کرنا تو شروع کر دیا ہے لیکن اس عرصہ

میں میری کمزوری بہت بڑھ گئی ہے لیکن جو باتیں چند مہینوں سے میں جماعت کے سامنے رکھ رہا ہوں میری بیماری یا کمزوری کی نسبت بہت زیادہ ان کی اہمیت ہے اس لئے میں یہاں آ گیا ہوں تا کہ کچھ یاددہانیاں اس جماعت کو میں بالمشافہ بھی کرادوں۔

ہمارے لئے، ہماری زندگی کی کامیابی کے لئے، ہماری فلاح کے لئے، ہماری دنیوی اور دینی ترقیات کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو کلام قرآن کریم کی شکل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا اس کی عظمتوں کو جانے بغیر ہم دنیوی علوم کے حصول اور استعمال میں صحیح طریقے پر ترقی نہیں کر سکتے اور ان دنیوی علوم کو جانے بغیر جن کا تعلق خدا تعالیٰ کی صفات کے ان جلووں سے ہے جو خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ سے تعلق رکھتے ہیں خدا تعالیٰ کے اس کلام کی عظمتوں کو ہم پہچان نہیں سکتے۔ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے بڑا گہرا تعلق رکھتی ہیں لیکن اصل قرآن عظیم ہے۔

ایک گروہ وہ بھی ہے جس کے متعلق کہا گیا یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۔ (الفرقان:۳۱)

ایک جماعت وہ بھی ہے جن کے متعلق قرآن کریم میں آیا نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا (التحریم:۹)

میں نے یہ کام خاص توجہ کے ساتھ چھ سات مہینے سے شروع کیا ہے ویسے تو شروع خلافت سے میں آپ کو اس طرف توجہ دلا رہا ہوں۔ جو کام میں چاہتا ہوں کہ جماعت کرے اور جس کے متعلق میں جانتا ہوں کہ جب تک جماعت اس مقام کو حاصل نہیں کرے گی اپنے مقصد کو پا نہیں سکتی، وہ یہ ہے کہ ہر شخص کو قرآن کریم سے محبت ہونی چاہیئے اور قرآن کریم کے نور سے حصہ لینے کی اُسے کوشش کرنی چاہیئے اُسے پڑھنا چاہیئے اسے سمجھنا چاہیئے۔ یہ عزم کرنا چاہے کہ اس کے مطابق میں اپنی زندگی گزاروں گا۔

انسان پیدا ہوتا ہے اس کی زندگی کے چند سال ایسے ہیں جب اس کے عقلی قویٰ اس قدر ترقی یافتہ نہیں ہو چکے ہوتے کہ قرآن کریم پڑھ سکے یا سیکھ سکے۔ اس کے بعد وہ عمر آتی ہے جب بچے کو (اور میری نظر پڑ گئی میرے سامنے بہت سے بچے اکٹھے بیٹھے ہوئے ہیں)

قرآن کریم ناظرہ پڑھنا چاہیئے، اس کو سکھانا چاہیئے۔ ہر بچہ جو احمدیت میں پیدا ہو جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک احمدی گھرانے کو بطور عطا کے دیا جائے جب یہ عمر شروع ہو اس کے والدین کا فرض ہے کہ اس کو ناظرہ قرآن کریم شروع کروادیں اور پڑھائیں۔ پھر اس کا ذہن ترقی کرتا ہے۔ پھر وہ ترجمہ پڑھ سکتا ہے۔ سمجھ سکتا ہے۔ قرآن کریم سیکھنے کا یہ دوسرا دور اس کی عمر میں شروع ہو گیا اسے قرآن کریم پڑھنا چاہیئے اور سیکھنا چاہیئے۔ ترجمہ اس کو آنا چاہیئے۔ پہلے تو ناظرہ تھا ناوہ عربی کے الفاظ اٹھانے لگ گیا۔ اسے پھر ترجمہ سکھانا چاہیئے۔ ترجمہ سیکھنے کی یہ عمر گہرائیوں میں جانے کی عمر نہیں۔ یہ درست ہے لیکن ترجمہ سیکھنے کی یہ عمر بنیاد بنتی ہے اس زمانہ کے علوم کے سیکھنے کی جس زمانہ میں وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ ان گہرائیوں میں وہ جائے اور علوم کو سیکھے۔ پھر اس کی عمر کا تیسرا دور شروع ہوتا ہے۔ پھر اسے مختصر تفسیری نوٹس قرآن کریم کی آیات سے تعلق رکھنے والے سکھانے چاہئیں۔ اسے خود کوشش کر کے سیکھنے چاہئیں۔ ماں باپ کو سکھانے چاہئیں جو اس سے قبل امید رکھتا ہو کوشش کر چکے ہوں گے ان کے سیکھنے کی۔ پھر اس کی دوڑ علم کے میدانوں میں مختلف جہات کی طرف ہو جاتی ہے اور ہر شعبہ زندگی میں قرآن کریم راہنمائی اور راہبری کرتا ہے جو روحانی علوم سیکھنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ان میں نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آتے ہیں مثلاً جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کرنے والے، قرآن کریم کی تفسیر تو ویسے نہ ختم ہونے والی تفسیر ہے لیکن جس حد تک وہ اپنی استعداد کے مطابق سیکھ سکیں ان کو تفسیر آنی چاہیئے۔ بڑی عمر کے لوگ جو مختلف علوم حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں مثلاً طبیعات میں ہیں، حساب سے ان کا تعلق ہے، فلسفے سے ان کا تعلق ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ ہمارا دماغ کیسے کام کرتا ہے۔ ہمارے آباء واجداد کے کیا حالات تھے اور ان حالات میں ان کا ردعمل کیا تھا یہ تاریخ ہے۔ ہم نے اپنے معاشرہ کو کن اصولوں پر قائم کرنا ہے، ہمارا لین دین کیسے ہوگا وہ سوشیالوجی آجاتی ہے۔ ہم نے ایک دوسرے کے حقوق کو کس طرح ادا کرنا، اپنی ذمہ داریوں کو کس طرح نباہنا ہے اور اپنے حقوق کو کیسے حاصل کرنا ہے سیاست آجاتی ہے۔

پس ہر شعبہ زندگی میں اور ہر علم کے میدان میں حقیقی راہنما قرآن کریم ہے۔ ایک چھوٹی سی مثال دے دوں۔ حساب کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ بندھی ہوئی چیز ہے اور بڑی واضح ہے۔ اس

میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔ دواور دو چار بنتے ہیں۔ حساب کے متعلق یورپ کا دماغ اس نتیجہ پر پہنچا اوران کے چوٹی کے مفکرین نے اس بات کو تسلیم کیا کہ جو حساب ہے اس کی ابتدا مفروضات پر ہے۔ جب تک بعض چیزیں فرض نہ کی جائیں حساب نہیں آگے چلتا۔ یہ کہتا ہے ہمیں یورپ لیکن اس کے مقابلہ میں قرآن کریم ہمیں یہ کہتا ہے کہ عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ (یونس:۶) کہ حساب کی بنیاد حقائقِ کائنات پر ہے۔ بنیادی طور پر ان کا Conception (تصور) بدل گیا اور ہماری عقل اور سمجھ یہ کہتی ہے کہ جو قرآن کریم نے فرمایا وہی درست ہے۔ یہ لمبا مضمون ہے۔ میں اس حصہ کو لمبا نہیں کرنا چاہتا کیونکہ اصل میں اس سے میرا تعلق نہیں۔

بہرحال جو طالبعلم آگے جاکے ایم۔اے کر رہے ہیں، ایم۔ایس۔سی کر رہے ہیں، پی۔ایچ۔ڈی کر رہے ہیں وہ اس کے بعد تحقیق کر رہے ہیں۔ تحقیق کے میدان میں بعض ایسے لوگ ہیں جو پروفیشنلی (Professionally) ساری عمر اسی میں لگے رہتے ہیں ڈاکٹر سلام کی طرح۔ انہوں نے فزکس کی جو سندیں حاصل کرنے کا زمانہ تھا وہ تو لمبا عرصہ ہوا وہ گزار چکے۔ اب ہر وقت وہ لگے رہتے ہیں۔ ان کا دماغ سوچتا ہے چونکہ وہ ایک احمدی فزیکسٹ (Physicist) ہیں اس لئے قرآن کریم ان کی راہنمائی کرتا ہے۔ ان کے دماغ میں آجاتی ہے روشنی قرآن کریم سے۔ یہ تو پھر وہ میدان ہیں علم کی روشنی کے جو غیر محدود ہیں دو وجوہات کی بنا پر۔ ایک اس لئے کہ قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہونے کی وجہ سے غیر محدود معانی پر مشتمل ہے اور اسی کا ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ قرآن کریم کائنات کی ہر شے سے تعلق رکھنے والا ہے۔ یہ جو ستارے ہیں، یہ جو Space ہے ستاروں سے بھی پرے ہمیں کچھ پتا نہیں کیا ہے۔ ابھی تک انسان وہاں نہیں پہنچا۔ قرآن کریم نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ جہاں تک ستارے ہیں، جہاں ابھی تک ہماری آنکھ نے تو کیا پہنچنا ہماری بڑی سے بڑی دوربین بھی نہیں پہنچی بلکہ جو بڑی سے بڑی دوربین ہے اس کے متعلق بھی اس علم سے تعلق رکھنے والے کہتے ہیں کہ اس نے پنجابی کا محاورہ ہے ''پھورنا'' یہ سماء الدنیا کے بالکل اس کا جو اوپر کا حصہ سرفیس (Surface) ہے اس کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔ گہرائیوں میں نہیں گئے ابھی۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ جہاں تک یہ وسعتیں پھیلی ہوئی ہیں ان کا تعلق پہلے آسمان سے ہے۔

اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ ِۨ الْکَوَاکِبِ (الصافات:۷)اس سے پرے چھ اور آسمان ہیں۔تو قرآن کریم جس وقت انسان وہاں پہنچے گا اس کے چھپے ہوئے بطون انسانی عقل کو وہاں بھی روشنی دیں گے۔

بہر حال دنیوی علوم پڑھنے والوں کے لئے بھی قرآن کریم راہبر اور راہنما ہے اور دینی علوم پڑھنے والوں کے لئے بھی۔اس لئے میں نے جماعت سے یہ کہا کہ ہر گھر میں تفسیر صغیر کا ایک نسخہ ہو۔اب مجھے جو میرے دماغ نے سمجھا تھا کہنے کی ضرورت نہیں ہر شخص جانتا ہوگا لیکن میں ظاہر کر دیتا ہوں۔ہر گھر میں سادہ قرآن کریم بغیر ترجمہ کے ضرور ہو۔آپ نے بچوں کو اسی سے پڑھانا ہے اور ہر گھر میں دوسرا قرآن کریم کا نسخہ ہو ترجمہ والا تفسیری نوٹ کے ساتھ۔ کراچی میں مَیں رہا ہوں ان کو میں نے یہ کہا۔ان کے لئے خریدنے کی ایک شکل کلب بتادی کیونکہ بہت سے، اکثریت ایسے دوستوں کی ہوگی جن کی تنخواہیں، جن کی ماہانہ آمدنی اتنی کم ہے کہ وہ نقد تفسیر صغیر کے پیسے دے کے وہ کسی مہینے نہیں خرید سکتے۔میں نے انہیں کہا کہ خریداری کے لئے کلب بنالو اس میں اپنی وسعت کے مطابق پیسے دیتے چلے جاؤ یا مقامی جماعت اکٹھی منگوا کے ان کے گھروں میں پہنچا دے یا میں انتظام کروں گا کہ مرکز بالاقساط قیمت وصول کر لے۔

تفسیر کے لحاظ سے جو مختصر تفسیر صغیر میں تفسیری نوٹ ہیں نیچے اور بڑے مفید ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ بھی لکھا یا کہا وہ قرآن کریم کی تفسیر ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے سورۃ کہف تک کہف کو شامل کر کے جن آیات کے متعلق جو آپ نے اپنی کتب میں لکھ کے تفسیر کی ہے وہ پانچ جلدوں میں چھپ چکی ہے۔تو تفسیر صغیر کے بعد اگلا دور خریدنے کا ان پانچ کا ہے جو چھپ چکی ہیں اور جو آگے چھپیں گی انشاء اللہ ان کی تیاری ہو رہی ہے وہ ہر گھر میں ہونی چاہئے۔اس کو میں ہر لحاظ سے برکتوں سے بھی، عملی جدوجہد کے لحاظ سے بھی بنیاد سمجھتا ہوں۔اس کے بعد اس بنیاد کے اوپر ہم نے جو عمارت کھڑی کی اس دنیوی زندگی میں وہ یہ کہ میں نے اعلان کیا کوئی بچہ اس اعلان کے بعد میٹرک سے پہلے تعلیم نہیں چھوڑے گا۔ہر بچہ جو سکول گوئنگ ایج (School Going Age) کا ہے جو اپنی عمر کے لحاظ

سے سکول میں پڑھ رہا ہے یا پڑھنے کے قابل ہے وہ جب تک میٹرک نہ کر لے وہ سکول کو نہیں چھوڑے گا سوائے بعض استثنیٰ کے۔ بعض استثنیٰ ہم سمجھتے ہیں لیکن استثنیٰ کے متعلق انسان باتیں نہیں کیا کرتا اصول کے متعلق اور قاعدہ کے متعلق بات کیا کرتا ہے۔ تو اس اعلان کے بعد کوئی بچہ میٹرک سے پہلے تعلیم نہیں چھوڑے گا۔

دوسرے میں نے یہ اعلان کیا کہ اس سال سالِ رواں جو ہے ۱۹۸۰ء اس میں ہر بچہ کنڈرگارٹن (Kindergarten) سے لے کے پی ایچ ڈی کے امتحان تک جو امتحان پاس کرے وہ مجھے خط لکھے۔ اس میں میری یہ خواہش ہے کہ میں ہر بچے کے لئے دعا کروں جو امتحان پاس کرتا ہے۔ آپ مجھ سے تعاون کریں میری اس خواہش کو پورا کریں۔ جب میرے پاس خط آئے گا تبھی میں اس کے لئے دعا کروں گا۔ جماعت کے لئے یہ برکت کا سامان ہے کہ ہم تدوین کر لیں گے پڑھنے والوں کی یعنی ہماری فہرستیں مکمل ہو جائیں گی۔ ایسے بچے بھی ہیں، یہاں اسلام آباد میں بھی ہیں کہ جن کو نظامِ جماعتِ اسلام آباد بھی نہیں جانتا۔ وہ مجھے خط لکھیں گے ہمیں پتا لگ جائے گا۔ ان میں سے کئی ذہین ہوں گے جن کو ہم نے بعد میں سنبھالنا ہے۔ اگر اس وقت آپ کو علم ہی نہیں ہوگا اور ہم ان کو پکڑ کے آگے ہی نہیں لے کے جائیں گے یعنی بچپن میں انگلی پکڑ کے تو ترقی کیسے کریں گے۔ جو دفتر ابھی بنا نہیں میرے ذہن میں ہے کام شروع ہو گیا ہے۔ ہر بچہ انڈیکس کارڈ (Index card) پر آ جائے گا جس طرح لائبریریوں میں کتابیں ہوتی ہیں اس طرح آ جائے گا۔ اس کو ڈھونڈنا بڑا آسان Alphabetic Order میں۔ پہلے ''ا'' میں آ جائے گا اسلام آباد شہر کے لحاظ سے۔ راولپنڈی ''ر'' میں آ جائے گا شہر کے لحاظ سے۔ اسلام آباد جو ہے اس کے اندر پہلے حرف کے لحاظ سے ان کی ترتیب ہوگی اور وہ Cabinet کے اندر جو اس کام کے لئے ہوتی ہے اس کے اندر ہوں گے مثلاً کنڈرگارٹن میں جو بچہ ہے میں نے آدمیوں کو اس کام پر لگایا ہے کہ اس کی شکل بنائیں کہ اس کے اوپر کیا کیا Heading وغیرہ آنے چاہئیں، کچھ میں نے خود بنا کر ان کو دیئے۔ وہ آ گیا نمبر ایک Item۔ وہ کہے گا میں نے کنڈرگارٹن کا امتحان دیا۔ میرے پاس کئی خطوط آئے ہیں۔ دو بچے آئے ان میں سے ایک نے کہا میں نے ۱۵۰ میں سے ۱۳۴ نمبر لئے ہیں الحمد للہ بڑا اچھا ہے ذہین

بچہ دوسرے نے کہا میں نے ۱۲۷ نمبر لئے ہیں، تو ہمارے ریکارڈ کے اوپر آ جائے گا۔ پھر اگلے سال وہ نہیں لکھتا تو ہم اس کا پتا کریں گے کہ پڑھائی میں اس کے اندر کوئی کمزوری تو نہیں آ گئی۔ آپ کو اب میں کہہ رہا ہوں کہ اگر بچے نے پہلے نہیں لکھا پاس ہونے پر تو اب لکھیں۔ میں معذرت کرتا ہوں، میں چونکہ بیمار ہو گیا اس لئے جتنے خطوط اس وقت پہنچے ہیں جن کے جواب جانے چاہیئے تھے اس لئے نہیں جا سکے کہ میں نے ان خطوط کو محفوظ کرنے کے لئے اپنے دفتر کو کہا کہ ابھی فائل بناتے چلے جاؤ۔

دوسرے میں نے یہ کہا کہ ہر بچہ جو وظیفے کا امتحان دیتا ہے پانچویں یا آٹھویں کا اور اس سرکل میں جو سرکل وظیفے کا امتحان لے رہا ہے جہاں پانچویں میں اور سرکل ہیں، آٹھویں میں اور ہیں، دسویں میں شکل بدل جاتی ہے وہ چوٹی کے تین سو بچوں میں اگر آ جائے نمبروں کے لحاظ سے تو اسے میں اپنے دستخطوں سے دعائیہ جواب لکھوں گا اور بچے تفسیر کی کتاب تو پڑھ نہیں سکتے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی کتاب دعائیہ عبارت کے بعد دستخط کر کے اپنی طرف سے تحفہ اسے بھجوادوں گا۔ جن بچوں کو پتا لگا ہے ان کو تو بڑا شوق پیدا ہو گیا ہے۔ بڑی ہمت ان کی بڑھی ہے۔

جو دسویں کا بورڈ ہے، بارھویں کا بورڈ ہے، کراچی ایریا میں نویں دسویں کا بورڈ ہے، گیارھویں بارھویں کا بورڈ ہے وہاں کی شکل اور ہے ان سب کے لئے یہ تفصیل میں نے لکھ دی الفضل میں چھپ گئی۔ بہتوں نے پڑھا۔ کئی ایک نے نہیں پڑھا۔ وہ آپ خطبہ میرا سنا دیں۔ ایک اور پیچھے آ رہا ہے پھر اور آتے رہیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ الفضل کو میں نے کہا ہے کہ روزانہ ایک چوکھٹا بنا کے پہلے صفحہ پر یہ عبارتیں مختصراً دینی ہیں کہ یاددہانی کراتے رہیں جماعت کو۔

تیسری چیز جس کا میں نے اعلان کیا وہ یہ ہے کہ کوئی ذہین بچہ ایسا نہیں ہوگا جماعت کا انشاء اللہ تعالیٰ کہ جماعت اس کو سنبھالے نہیں۔ اس کو میں انعامی وظیفہ نہیں کہتا۔ پہلے وہ غلطی سے سمجھے نہیں۔ ایک میں نے بورڈ بنایا تھا انہوں نے اسے انعامی وظیفہ سمجھ کے ایک منصوبہ میرے سامنے رکھ دیا تھا۔ میں نے وہ واپس کر دیا۔ اس کو ادائیگی حقوقِ طلبا وطالبات کا نام دے کر۔ یہ ان کا حق ہے ان کا انعام نہیں۔ انعامی وظیفہ میں تصور یہ ہے کہ ایک کروڑ پتی کا بچہ بھی

مثلاً اگر وہ ایم ایس سی فزکس میں یونیورسٹی میں Top کرتا ہے اور وہاں کوئی تمغہ ہے سونے کا تو وہ یہ نہیں دیکھیں گے کہ اس کے گھر میں سونے کے انبار پڑے ہیں وہ اسے تمغہ دے دیں گے۔ اس کو کہتے ہیں انعامی وظیفہ۔ طالب علم کا یہ حق ہے۔ ذہین طالبِ علم کا یہ حق ہے کہ اس کی ذہنی ترقی اور نشوونما کا خیال رکھا جائے۔ یہ اس حق کی ادائیگی ہے۔ اس لئے یہ ہے وظیفہ ادائیگی حقوق طلبا و طالبات۔ مجھے خدا نے بخیل نہیں بنایا میرا سینہ بڑا وسیع ہے۔ ویسے گرفت بھی میں بڑی سخت کرتا ہوں۔ میں نے سوچا میں نے اعلان کر دیا۔ میں نے سوچا اگر دس ہزار احمدی بچہ ایسا ہو پھر۔ میں نے کہا پھر بھی۔ اسی لئے میں نے کہا تھا ہم آدھی روٹی کھالیں گے لیکن اپنے بچوں کے ذہنوں کو ضائع نہیں ہونے دیں گے انشاء اللہ۔

ایک اور چیز جس کا شاید میں نے اعلان کیا یا نہیں کیا وہ یہ ہے کہ جو امیر بچہ ایم ایس سی فزکس کے امتحان میں فرسٹ آتا ہے اس کی بھی Appreciation (قدر) ہونی چاہیئے۔ اس واسطے ان کے لئے چوٹی کے جو تین بچے ہیں ان کے لئے تین تمغے ہوں گے۔ یہ ابھی میں نے فیصلہ نہیں کیا کہ وہ تینوں سونے کے ہوں گے وزن کم کر کے۔ ایک تو یہ طریقہ ہے نا کہ سونے کا، چاندی کا پھر کانسی کا بنا دیا میری طبیعت اس کو پسند نہیں کرتی۔ تو میں نے یہی سوچا ہے کہ سونے کا زیادہ وزنی، سونے کا کم وزنی، سونے کا اس سے کم وزنی کیونکہ دھاتوں میں اس وقت سونا سب سے زیادہ عزت والی دھات سمجھی جاتی ہے صحیح یا غلط انسانی دماغ میں۔ تو ہم نے ان کی عزت افزائی کرنی ہے ان کو وہ دیں گے انشاء اللہ۔

میں نے یہ جو کہا کہ قرآن کریم کے بغیر آپ ترقی کر ہی نہیں سکتے علمی میدانوں میں بھی، نہ آپ نہ آپ کے بچے۔ یہ اس لئے کہا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ طٰہٰ میں فرماتا ہے طٰہٰ اس کے معنے کئے گئے ہیں اے کامل انسان۔ کامل انسان کے اس خطاب سے اس سورۃ کو شروع کیا گیا ہے۔ اے کامل انسان! حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ترجمہ کیا ہے اے کامل قوتوں والے مرد۔ ایک ہی چیز ہے، کامل انسان یا کامل قوتوں والا انسان دو مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ اپنی استعدادمیں وہ کامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنی استعدادیں دیں ہر شعبۂ زندگی میں کہ کسی اور کو ویسی نہیں ملیں۔

یہاں مخاطب ایک ہے انسان نہیں مخاطب۔ طٰہٰ میں ایک فردِ واحد مخاطب ہے اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ آپ کی شان اور عظمت آپ کے اندر رکھی اپنی رحمت سے، نوع انسان کے لئے رحمت بن کے آئے۔ ان کو مخاطب کر کے یہاں کہا گیا ہے کہ اے کامل انسان! یعنی جو استعداد کے لحاظ سے ایسا ہے کہ کسی اور انسان میں خدا تعالیٰ نے یہ استعداد نہیں رکھی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں رکھی گئی ہے۔ اور دوسرا پہلو اس کا یہ ہوتا ہے کہ جو قوتیں اور استعدادیں ملی تھیں ان کی صحیح اور کامل نشوونما ہوئی یا نہیں ہوئی ایک شخص کی۔ اب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہٹ کے بات کرتا ہوں۔ آج ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے اندر بڑی استعدادیں ہیں لیکن ماں باپ خیال نہیں رکھتے۔ وہ گلی میں جاتا ہے، اپنے ہمسایوں سے ملتا ہے اور آوارگی کی اس کو عادت پڑ جاتی ہے اور وہ بچہ جو ذہن رکھتا تھا ایسا کہ جب وہ ایم۔ ایس۔ سی کا امتحان دیتا تو فرسٹ آتا وہ میٹرک میں فیل ہو جاتا ہے۔ تو استعداد کے لحاظ سے بڑی استعدادی طاقتیں تھیں لیکن عملاً نشوونما نہیں ہو سکی۔ تو یہاں طٰــہٰ میں ہر دو پہلو میں کمال ہے۔ استعداد کے لحاظ سے کامل اور نشوونما کے لحاظ سے کامل۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑا ایک لطیف فقرہ ایک جگہ لکھا ہے کہ اسلام کی تعلیم درختِ وجودِ انسانی کی ہر شاخ کی پرورش کرتی ہے اور اسے ثمر آور بناتی ہے۔ انسان کی ہر شاخ اس کا خلق ہے نا۔ اس کی ہر قوت اور استعداد ہے اور یہی مضمون یہاں بیان ہونا تھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہ اے کامل قوتوں والے انسان! تجھے استعدادیں کامل دی گئی تھیں۔ کامل پرورش کا، کامل تربیت کا سامان خدا تعالیٰ نے تیرے لئے کیا تا کہ تو بنی نوع انسان کے لئے اسوہ حسنہ بن جائے۔ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى یہاں کامل انسان ہی مراد ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم جو تجھ پر نازل ہوئی خُلُقُهُ الْقُرْاٰنُ وہ اس لئے نہیں تھی کہ تو دکھ میں پڑے بلکہ اس تعلیم نے تیری ساری قوتوں اور استعدادوں کی کامل نشوونما کر کے دوسرے پہلو کو بھی کامل کر دیا۔

اگر مخاطب انسان ہوتا اور کہا جاتا مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى یعنی کوئی مخاطب ہوتا۔ زید بکر کوئی ہوتا اور وہ عام درمیانے درجے کا انسان ہوتا تو شیطان یہ وسوسہ پیدا کر سکتا تھا کہ قرآن کریم نے صرف یہ دعویٰ کیا نا کہ جتنی طاقتیں محدود، کم، اس انسان کے اندر تھیں ان

کی نشوونما کا سامان قرآن کریم میں ہے۔ جب ہر قوت اور استعداد کی نشوونما کا سامان قرآن کریم میں ہے یہ دعویٰ کیا گیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے تو وہ انسان جن کی قوتیں اور استعدادیں بعض پہلوؤں سے ایک میں، بعض اور پہلو دوسرے میں، بعض اور پہلو جو کم ہیں ان کو بھی کوئی خطرہ نہیں کہ ہماری نشوونما نہیں ہوگی۔ تمہاری استعدادوں کی بھی نشوونما ہوگی۔ جب ہر استعداد انسانی کی نشوونما کا سامان ہے تو تمہاری استعداد کی نشوونما کا بھی سامان ہے۔ فرمایا اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى دکھ کا سامان نہیں قرآن کریم میں بلکہ جس شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت ہے اس کی راہنمائی اور ہدایت اور اس کی عزت کے قیام کا، عزت کو بلند کرنے کا سامان ہے اس میں۔ پھر فرمایا تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى یہ آیت بیچ میں ایک دوسری آیت اسی کی ترتیب میں آ گئی تھی لتشقٰی کے ساتھ Explanation اسی مضمون کو واضح کرنے کے لئے ویسے اَنْزَلْنَا کا تعلق تنزیلًا سے ہے۔ یہ قرآن کریم جو تجھ پر نازل کیا تجھے ہر دکھ سے بچانے والا ہے، دکھ کا سامان پیدا کرنے والا نہیں۔ اس آیت میں دکھ کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ انسان اپنی کسی قوت اور استعداد کی صحیح نشوونما نہ کر سکے یہ دکھ ہے مثلاً آدمی بیمار ہو جاتا ہے تو وقتی طور پر جسمانی نشوونما میں فرق پڑ جاتا ہے۔ جسمانی طاقت میں کچھ کمی پیدا ہو جاتی ہے۔ جو قوتِ مدافعت کا لفظ طبیب استعمال کرتا ہے اس میں کمی پیدا ہو جاتی ہے تو دکھ کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر قوتِ مدافعت اپنے کمال میں ہو تو بیماری کا کوئی دکھ نہیں اور یہ جو قوتِ مدافعت کم ہوتی ہے اس کی ذمہ داری قرآن کریم کی تعلیم پر نہیں۔ فرمایا اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (الشعرآء:۸۱) بیماری انسان اپنی غفلت سے پیدا کرتا ہے اور شفا خدا تعالیٰ کا کلام اسے دے رہا ہے۔

اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ اس میں یہ جو دوسرا حصہ ہے اس میں دو پہلو ہیں۔ ایک خدا تعالیٰ کے حکم سے شفا ملتی ہے۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی ہدایت اور راہنمائی اور قرآن کریم کی تعلیم سے شفا ملتی ہے۔ انسان صحتِ جسمانی کامل طور پر اچھی رکھ سکتا ہے اگر قرآن کریم کے بتائے ہوئے اصول پر گامزن رہے۔ قرآن کریم نے ہمیں یہ اصول بتایا کہ متوازن غذا (Balanced Diet) کھاؤ۔ جو کھانے کی مختلف چیزیں ہیں ان میں ایک توازن

پیدا کرو۔ قرآن کریم نے یہ بتایا کہ تَنۡزِیۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَ السَّمٰوٰتِ الۡعُلٰی جو میری مخلوق ہے اس کا علم حاصل کرو۔ قرآن کریم نے یہ بتایا کہ اگر تم کوشش کرو گے تو لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (النجم:۴۰) تمہیں پتا لگ جائے گا کہ متوازن غذا کسے کہتے ہیں۔ یہ توازن جو ہے یہ آگے دو طرح کا ہے۔ ایک جسم کا توازن وزن کے لحاظ سے، مقدار غذا کے ساتھ یہ بھی ایک بڑا زبردست توازن ہے۔ اب یہ گھوڑے وغیرہ ہیں ان کے متعلق انہوں نے اچھی خاصی ترقی کر لی ہے اس علم میں۔ وہ کہتے ہیں کہ اتنے وزن کا گھوڑا ہوگا تو تم نے اس کو اتنا راشن دینا ہے۔ اتنا ہوگا تو اتنا۔ انسانی وزن کا انسانی غذا سے تعلق ہے۔ توازن ہے انسان کے جسمانی غدود کی کارکردگی اور غذا سے۔ اس لحاظ سے تحقیق کرنے والوں نے انسانی جسم کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک وہ جو کیلریز (Calaries) انہوں نے ایک پیمانہ بنایا ہوا ہے کہ یہ چیز اتنی کیلریز پیدا کرتی ہے۔ کیلریز گرمی کا یونٹ (اکائی) ہے۔ مثلاً وہ یہ کہیں گے کہ مچھلی دو چھٹانک ہو تو اس میں ستر کیلریز ہیں۔ اور مگ دو چھٹانک ہو تو اس میں تین سو اسّی کیلریز ہیں۔ تو بعض جسم ہیں جو زیادہ کیلریز Burn کرتے ہیں۔ ان کے غدود اس طرح کام کرتے ہیں جو کھاتے رہیں وہ شفیع اشرف صاحب کی طرح دبلے ہی رہیں گے جو جتنا مرضی کھالیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو کم کھائیں گے اور موٹے ہو جائیں گے۔ ہمارے ہاں کالج میں ایک کارکن کام کرتا تھا وہ بغیر کسی جھجک کے اور تکلّف کے دس پندرہ بیس روٹیاں کھا لیتا تھا۔ سیر دو سیر پکا پلاؤ کھا جاتا تھا اور بعد میں زردے کی دو پلیٹیں اور اس کا پیٹ ایک دوشیزہ کی طرح کمر کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ پتا ہی نہیں لگتا تھا کہ یہ کھانا جاتا کہاں ہے۔

تو یہ ایک توازن ہے ہمارے لئے علم کے میدان کھول دیئے۔ جب یہ کہا کہ تم اگر توازن قائم نہیں رکھو گے بیمار ہو جاؤ گے تو پھر تمہیں توازن کی جہتیں قائم کرنی پڑیں گی۔ توازن یہ لحمیات، پروٹین اور کاربوہائیڈریٹ، نشاستہ اور دوسری چیزیں ہیں اور اس کا پھر آگے بڑا لمبا علم چلا گیا ہے۔

تَنۡزِیۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَ السَّمٰوٰتِ الۡعُلٰی کہا تھا قرآن کریم کو نازل کرنے والے نے قرآن کریم کو اس لئے نازل نہیں کیا کہ تمہیں دکھ پہنچے، اس لئے نازل کیا ہے

کہ تمہارے سارے دکھوں کو دور کر دیا جائے اور دلیل یہ دی ہے تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ان بلند آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے نے نازل کیا ہے اور یہ زمین اور سات بلند آسمان ان کی ہر چیز کے متعلق دوسری جگہ کہا سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (الجاثیہ:۱۴) تمہاری خادم ہے۔ تو جس خدا تعالیٰ نے کائنات کی ہر شے کو تمہارا خادم بنایا وہ اپنے کلام کے نزول کے وقت تمہارا خیال نہیں رکھے گا نامعقول بات ہے یعنی کوئی عقلمند آدمی تھیوریٹیکلی (Theoratically) ہر دنیا کا دھریہ بھی ہے اس کو میں قائل کروں گا کہ یہ حقائق ہیں۔ اس میں اس کو ماننا پڑے گا کہ اگر کائنات کی ہر شے انسان کی خادم ہو تو پھر قرآن کریم کا نازل کرنے والا وہی ہے جس نے یہ اشیاء بنائی ہیں تو مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى قرآن کریم تمہیں دکھ دینے کے لئے نہیں آیا، دکھوں کو دور کرنے کے لئے آیا ہے۔ اس لئے میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ اپنے دکھوں کو دور کرنے کے لئے ہر قسم کے دکھوں سے اپنے آپ کو، اپنے بچوں کو اپنی نسلوں کو محفوظ کرنے کے لئے قرآن کریم کو سیکھیں۔ اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي الْقُرْاٰنِ (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۷۸) کا اعلان کیا گیا آج کی دنیا کے لئے جب وہ قرآن کریم سے پیچھے ہٹ رہی تھی۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہا اعلان کردو۔ وہ اسی آیت کی روشنی میں ہے۔ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى یہ اعلان کرو کدھر جارہے ہو تم قرآن کو چھوڑ کے۔ اس لئے میں کہتا ہوں علم حاصل کرو اس حد تک جس حد تک علم حاصل کرنے کی خدا نے تمہیں استعداد اور قابلیت دی۔ تمہارے بچوں کو خدا نے دی اور اس علم سے صحیح فائدہ صرف اس وقت حاصل کر سکتے ہو جب تمہیں قرآن کریم آتا ہو اور یہ علم بھی تب تم حاصل کر سکتے ہو جب تمہیں قرآن کریم آتا ہو۔ آج کی دنیا بڑی علمی ترقی کر گئی ہے لیکن مفلوج علم رکھتی ہے کیونکہ وہ قرآن کریم سے کٹی ہوئی ہے اور ان کی غلطی نکالنا ہمارا کام ہے۔ ہم ان کی غلطی نکالتے ہیں اور ان کو ماننا پڑتا ہے کہ درست کہہ رہے ہیں آپ کہ ہمارے اندر یہ خامیاں آ گئی ہیں۔ مثلاً قرآن کریم نے دکھ دور کرنے تھے نا۔ اعلان کیا کہ تمہارے دکھ دور کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ انسان میں معاف کرنے کا خُلق ہو یعنی وہ موقع اور محل پر معاف کرنا جانتا ہو۔

۱۹۷۸ء میں ہی فرینکفرٹ کی پریس کانفرنس میں مَیں کچھ لوگوں کے دستور سے علیحدہ ہٹتا ہوں۔ میں کوئی بریف نہیں دیا کرتا۔ میں باتیں کر کے کہا کرتا ہوں کہ جو مرضی مجھ سے سوال کرو میں جواب دوں گا۔ کچھ حجاب سا تھا ان کو سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ تو میں نے کہا اچھا میں بات شروع کر دیتا ہوں۔ میں نے ان سے تین باتیں کیں۔ ایک یہ تھی، میں نے کہا دیکھو! تمہاری تہذیب بڑی ترقی یافتہ ہے بعض پہلوؤں سے کوئی شک نہیں لیکن تمہاری تہذیب نے تمہیں معاف کرنا نہیں سکھایا۔ فرینکفرٹ جرمنی میں ہے۔ میں نے کہا جرمنی نے اس صدی میں دو عالمگیر جنگیں لڑیں۔ یہ اتفاق کی بات تھی کہ دونوں دفعہ جرمنی ہار گیا اور دونوں دفعہ فاتح قومیں جو تمہاری ہم مذہب تھیں اور ہم کلچر تھیں تمہاری تہذیب بھی ایک اور تمہارے عقائد بھی ایک تھے تمہیں انہوں نے معاف نہیں کیا اور وہ سزا دی ہے کہ تمہاری نسلوں کو بھی کچل کے رکھ دیا۔ کہتے ہاں یہ ٹھیک ہے۔

پھر میں نے بتایا کہ ہمارے سامنے جو اسوہ رکھا گیا اور جو اسلام پیش کرتا ہے وہ یہ ہے پہلے میں نے نام نہیں لیا۔ میں نے کہا ایک شخص تھا اس کے شہر والوں نے اسے دکھ دینا شروع کیا اور تیرہ سال تک جتنا دکھ وہ اسے پہنچا سکتے پہنچایا۔ پھر وہ شخص مجبور ہوا اس نے اپنا شہر چھوڑ دیا۔ پھر وہ دور کے مقام پر چلا گیا اور وہاں اس نے رہائش اختیار کی۔ اس کے شہریوں نے وہاں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ وہاں حملہ آور ہوئے۔ وہاں بھی اس کے لئے دکھ کے سامان پیدا کر دیئے۔ یہ حالات قریباً بیس اکیس سال رہے۔ میں نے کہا اس کے بعد حالات پلٹے اور پھر میں نے نام لیا۔ میں نے کہا پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قدوسیوں کے ساتھ مکہ میں آئے اور گھیراؤ کیا اور اتنے حالات پلٹ گئے تھے کہ مکہ والوں کو یہ جرأت نہیں تھی کہ میان سے تلوار نکال سکیں اور ان میں سے ہر ایک سمجھتا تھا کہ ہم نے اتنا دکھ پہنچایا ہے کہ جو مرضی ہم سے کر لیں یہ حق بجانب ہوں گے۔ عکرمہ مکہ چھوڑ کے چلا گیا۔ ملک چھوڑنے کو تیار تھا اسی خوف کے مارے کہ میں نے اتنا ظلم کیا ہے ان لوگوں پر، آج جو بھی سزا مجھے دیں وہ ٹھیک ہے، حق بجانب ہوں گے۔ میں نے ان کو بتایا کہ کیا سزا دی؟ سزا یہ دی کہ جاؤ میں نے تم سب کو معاف کیا۔ یہ سزا دی جاؤ تم سب کو معاف کیا۔ خالی یہ نہیں کہا یہ کہا میں اپنے خدا سے بھی دعا کروں گا کہ وہ تمہیں معاف

کر دے۔

تو مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى قرآن کریم دکھوں کو دور کرنے کے لئے آیا ہے دکھ پہنچانے کے لئے نہیں آیا۔ اس واسطے اس بنیاد پر کھڑے ہو کے علوم سیکھیں اور دنیوی علوم میں بھی دنیا والوں سے آگے نکل کے بتائیں تب وہ عظمت جو قرآن کریم کی ہے اس عظمت کو وہ سمجھ سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ اگر آپ سوئے رہیں، اگر آپ اپنے بچوں سے لاپرواہ رہیں، اگر خدا تعالیٰ کی ناشکری کرتے ہوئے جو ذہن آپ کے بچوں کو اس نے عطا کئے ہیں ان کا خیال نہ رکھیں، اگر وہ ذہن ضائع ہو جائیں اگر وہ ترقی نہ کریں، اگر وہ لوگوں سے آگے نہ نکلیں تو کیسے آپ ثابت کریں گے کہ قرآن کریم پر عمل کرنے والے تم لوگوں سے آگے بڑھنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں یہ سمجھ عطا کرے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کہ ہم اس کی راہ میں پیش کریں اس کی ہمیں توفیق دے اور ہم اپنے مقصد کو پالیں اور اسلام ساری دنیا پر غالب ہو جائے۔

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)